آگ بنی گلشن

کہانی : مصطفیٰ زمانی

نگارش : ڈاکٹر محمد نیاز

جامعہ تعلیماتِ اسلامی پاکستان

پوسٹ بکس نمبر ۵۴۲۵ کراچی ۲

کہانی ــــــــــــ مصطفیٰ زمانی
نگارش ــــــــــــ ڈاکٹر محمد نیاز
کتابت ــــــــــــ اشرف راحت
تصحیح ــــــــــــ کاظم علی گجراتی
مطبع ــــــــــــ شاہین پیکیجز کراچی
طبع دوم ــــــــــــ سنہ ۱۹۹۰

اہتمام
رضا حسین رضوانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

جو بچے پالنے میں ہوں، لوریاں سننا پسند کرتے ہیں۔

جو بچے پالنے کی حدود سے نکل گئے ہوں، ننھی منی کہانیاں سننا پسند کرتے ہیں۔ مگر لوری کیا صرف پالنے کا تحفہ ہے؟ اور کہانی کیا عمر کے کسی خاص مرحلے تک کی چیز؟ جی نہیں! انسان تو زندگی بھر لوریاں سننا اور سنانا پسند کرتا ہے اور زندگی بھر کہانیاں بھی کیونکہ ان دونوں ہی چیزوں کی پسندیدگی اس کی فطرت میں شامل ہے۔ البتہ انکی شکلیں بدل جاتی ہیں۔

وہ لوری ترقی کرکے شعر و نغمہ میں ڈھل جاتی ہے۔ اور ننھی منی کہانی پھیل کر ہمہ گیر واقعات کا روپ دھار لیتی ہیں۔

وہ ہمہ گیر واقعات فرضی بھی ہو سکتے ہیں اور حقیقی بھی۔ واقعات فرضی ہوں یا حقیقی کئی شکلوں میں لکھے جا سکتے ہیں۔ قصہ، حکایت، افسانہ، داستان، ناول، ڈرامہ!

واقعات خواہ بیانیہ اسلوب میں کیوں نہ لکھے جائیں، مکالمے ان میں بھی موجود ہوتے ہیں۔ قرآن مجید اسلوب بیانیہ کہلاتا ہے مگر نقلِ واقعات میں مکالمے وہاں بھی موجود ہیں:

"اور جب کہا ابراہیمؑ نے کہ میرا رب وہ ہے جو زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے تو اس (نمرود) نے کہا کہ میں زندگی بخشتا اور موت دیتا ہوں۔ ابراہیمؑ نے کہا پھر تو میرا رب سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال۔" (سورۂ بقرہ۔ آیت ۲۵۸)

ایسی ہی اور بھی مثالیں نقل کی جا سکتی ہیں۔
بیحد ترقی یافتہ ذہن ایک جامع کلمہ سے ایک ہزار نتائج نکال سکتا ہے۔ مگر یہ ذہن عمر پاکر حاصل ہوتا ہے۔ کثرتِ مکالمہ اور نتائج نکالنے کے لیے مشق اور مزاولت اس کی شرائط میں شامل ہیں۔ بچوں کے ترقی طلب اور ترقی پذیر ذہن سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی۔

بات یہ ہے کہ بچوں کی طمانیت اور تسکین کے لیے وضاحتیں اور کچھ زیادہ وضاحتیں مطلوب ہوتی ہیں۔

جو کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے اس میں اسی نفسیاتی حقیقت کے پیشِ نظر ایک خاص اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

جناب مصطفٰی زمانی صاحب کی فارسی کہانی کو ڈاکٹر محمد نیاز صاحب نے اس خوب صورتی سے اردو میں لکھا ہے کہ اس پر اصل کا گمان ہوتا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ہمارے بچے اس خوبصورت انداز میں لکھی ہوئی یہ اچھی اور پیاری باتیں پڑھنا پسند کریں گے۔

ایک تھا مینار۔ بہت اونچا، بہت ہی اونچا۔
اس مینار کے اوپر ایک کمرہ تھا، خاصا بڑا کمرہ۔
اس کمرے میں ایک تخت بچھا تھا۔ خوبصورت اور آرام دہ تخت۔
اس تخت پر ایک ظالم بادشاہ بیٹھا تھا۔
بادشاہ کے ساتھ اس کے وزیر، مشیر بھی تھے۔
یہ مینار بادشاہ کے حکم سے بنوایا گیا تھا۔
بادشاہ اور اس کے وزیر، مشیر حضرت ابراہیم علیہ السلام

کے جلنے کا تماشا دیکھنے کے لیے جمع ہوئے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں کون نہیں جانتا؟ اب سے ہزاروں سال پہلے کی بات ہے، ملک عراق کے شہر بابل میں ایک بادشاہ رہتا تھا۔ اس بادشاہ کا نام نمرود تھا۔ بڑا گھمنڈی بادشاہ تھا۔ اپنے آپ کو خدا کہتا تھا۔ کچھ لوگ ڈر کر اور کچھ لوگ لالچ میں پڑ کر، اسے خدا کہتے تھے۔ اس کو سجدہ کرتے تھے اور اس کے سامنے اپنے نذرانے پیش کرتے تھے۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے نجومی بھی تھے۔ ایک دن اس کے ایک نجومی نے اس سے کہا:

"عالی جاہ! جان کی امان پاؤں تو ایک بات عرض کروں۔"

نمرود بولا: "عرض کرو۔"

نجومی نے بتایا: "عالی جاہ! آپ کی سلطنت میں ایک بچّہ پیدا ہونے والا ہے۔"

نمرود نے کہا: "ہوں!"
نجومی بولا: "عالی جاہ! یہ بچہ بڑا ہو کر آپ سے الجھے گا۔"
نمرود: "اچھا؟ یعنی؟"
نجومی: "عالی جاہ! مطلب یہ ہے کہ وہ آپ سے مقابلہ کے لیے کھڑا ہوگا۔"
نمرود: "پھر؟"
نجومی: "حضور والا! پھر یہ ہوگا کہ آپ...."
نمرود: "ہاں ہاں کہو، رک کیوں گئے؟"
نجومی: "جہاں پناہ! پھر یہ ہوگا کہ آپ کی حکومت کو وہ ختم کر دے گا۔"

یہ سن کر نمرود نے اپنے دربار کے دوسرے نجومیوں کی طرف دیکھا۔ سب نجومیوں نے پہلے نجومی کی تائید کی۔

نمرود دل ہی دل میں گھبرایا۔ پھر طیش میں آیا اور حکم دیا:
"آج کے دن سے جو بچہ بھی پیدا ہو، قتل

کر دیا جائے۔"

نمرود کے منہ سے اس حکم کا نکلنا تھا کہ بابل میں پیدا ہونے والے بچے قتل کیے جانے لگے۔ کہتے ہیں کہ نمرود کے حکم پر اس مردود کے جلادوں نے ایک لاکھ بچے قتل کیے۔ مگر جس کو اللہ رکھے' اس کو کون چکھے؟

ایک تھیں خاتون۔ ان کا نام "نوتا" تھا۔ ان کے بھی ایک بچہ پیدا ہوا۔ یہ بچہ بے حد خوب صورت تھا۔ وہ اس خوبصورت بچے کی پیدائش پر بہت خوش ہوئیں۔ مگر ساتھ ہی ساتھ ڈریں۔ انھوں نے سوچا کہ نمرود کے جلاد ان کے بیٹے کو بھی قتل کر دیں گے۔ مگر پھر خود ہی سوچا کہ خدا نے چاہا تو بچے کا بال بیکا نہیں ہوگا۔

اصل میں "نوتا" ایک خدا پرست خاتون تھیں۔ اسی لیے وہ نمرود کو بھی اچھی نظر سے نہیں

دیکھتی تھیں۔ انھوں نے خدا سے دعا کی:

"اے خدا! میرے بچے کی تو ہی حفاظت فرما۔"

پھر وہ بچے کو لیے ہوئے پہاڑ کی طرف چل دیں۔ پہاڑ کے غار میں بچے کو لٹا کر انھوں نے پھر خدا سے دعا کی:

"اے خدا! میں اپنے جگر کے ٹکڑے کو
اس غار میں لٹا کر جاتی ہوں۔ ان
ظالموں کے ہاتھ سے تو ہی اسے بچانا،
جو معصوموں کے خون کے پیاسے ہو
رہے ہیں۔"

پھر انھوں نے بچے کو بوسہ دیا اور ہوشیاری کے ساتھ غار سے نکل کر شہر کی طرف واپس ہو گئیں۔

اب نونا روزانہ غار میں جاتیں۔ بچے کو دودھ پلاتیں۔ اسے پیار کرتیں اور پھر شہر کی طرف روانہ ہو جاتیں۔

جب بچے کی عمر دو سال ہوگئی تو وہ آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگا۔ جب عمر سات سال کی ہوگئی تو ماں نے اسے زیادہ بڑی بڑی باتیں سکھانا شروع کر دیں۔ انھیں جب بھی موقع ملتا غار میں پہنچتیں۔ بچے کو غور و فکر کرنے کا ڈھنگ سکھاتیں، کمزوروں کی مدد کرنے کا سلیقہ سکھاتیں اور اللہ کے گزرے ہوئے پیغمبروں کے قصے سناتیں۔ مگر انھیں کیا معلوم تھا کہ وہ جس بچے کی تعلیم اور تربیت میں لگی ہوئی ہیں وہ خود ایک پیغمبر بننے والا ہے۔

یہ بچہ کون تھا؟

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔

تیرہ سال کی عمر تک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہاڑوں اور جنگلوں میں دن رات گزارے۔

ایک دن انھوں نے ماں سے کہا:

"ماں! اب مجھے بھی اپنے ساتھ شہر لے چلیں"

ماں نے جواب دیا: "بیٹے! شہر میں تمھارے

لیے بہت خطرہ ہے!"

بیٹے نے کہا: "ماں! آپ ہی نے تو مجھے بتایا ہے کہ اصل حکم خدا کا چلتا ہے۔ اگر خدا کی مرضی نہیں ہوگی تو نمرود کا کوئی جلّاد میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

ماں نے لرزتے دل کے ساتھ کہا: "بیٹے! میں نے ٹھیک بتایا ہے اور تم بھی ٹھیک کہتے ہو۔"

یہ کہہ کر تونا بی بی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ لیا اور بچتے بچاتے گھر پہنچنے میں کامیاب ہو گئیں۔

ایک رات حضرت ابراہیم علیہ السلام شہر سے باہر نکلے۔ چلتے چلتے وہاں پہنچے جہاں کچھ لوگ موجود تھے جو ستاروں کی پرستش کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: "واہ! یہ ستارے کتنے روشن ہیں۔"

ستاروں کی پرستش کرنے والوں نے یہ بات سنی تو انھوں نے پوچھا: "میاں صاحبزادے! کیا تم

بھی ہماری طرح ستاروں کی پرستش کرتے ہو؟"
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک سب سے زیادہ روشن ستارے کی طرف دیکھ کر کہا: "یہ ستارہ سب سے زیادہ روشن ہے۔ شاید یہی خدا ہے۔"
ستاروں کے پوجنے والے یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے سوچا شاید یہ نوجوان بھی ہماری طرح ستارہ پرست ہے۔ مگر تھوڑی دیر بعد چاند نکلا تو سب ستارے ماند پڑ گئے۔ پھر غائب ہو گئے۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:
"اوہ! ستارہ تو چھپ گیا۔ میں اس طرح چھپ جانے والے کو خدا نہیں مان سکتا۔ البتہ معلوم ہوتا ہے یہ چاند خدا ہے!"
ستارہ پرستوں نے کہا: "شاباش! نوجوان تم ٹھیک کہتے ہو۔ بھلا چاند کے آگے ستاروں کی حیثیت کیا ہے۔ چلو ہم بھی چاند ہی کی پرستش کریں گے۔"

لیکن باتوں ہی باتوں میں رات بیت گئی تو چاند بھی غائب ہو گیا اور سورج نکل آیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: "لو وہ بھی غائب ہو گیا۔ میں اس طرح غائب ہو جانے والے کو خدا نہیں مان سکتا۔ البتہ یہ سورج سب سے زیادہ بڑا اور روشن ہے۔ شاید یہ خدا ہو۔"

اس پر ستارہ پرستوں نے کہا: "نوجوان! تمہاری سوچ بالکل درست ہے۔ بھلا سورج کے آگے چاند کی کیا حیثیت ہے۔ چلو آج سے ہم بھی سورج ہی کی پرستش کریں گے۔"

مگر شام ہوئی تو سورج بھی غائب ہو گیا اور رات کی تاریکی نے پھر ایک بار ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: "لوگو! تم نے دیکھا ستارے ڈوب گئے، چاند غائب ہو گیا اور سورج غروب ہو گیا۔ میں اس طرح ڈوبنے، غائب ہونے اور غروب ہونے والوں کو خدا نہیں مان سکتا۔

آؤ! ہم سب مل کر اس خدا کی پرستش کریں جو ان ستاروں، چاند اور سورج، سب کا خالق اور مالک ہے۔ بس وہی سچا خدا ہے۔"

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغ کا ایک انداز تھا۔ اس انداز سے انھوں نے یہ کوشش کی کہ ستارہ پرستوں کو توحید کا راستا دکھائیں۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے پہلے یہ ثابت کیا کہ ستارہ خدا نہیں ہے۔ پھر یہ بتایا کہ چاند خدا نہیں ہے۔ پھر یہ تعلیم دی کہ سورج خدا نہیں ہے اور آخر میں یہ ہدایت دی کہ خدا وہ ہے جو ان سب کا خالق اور مالک ہے۔

ایک دن کیا ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام گھومتے پھرتے سمندر کے کنارے جا پہنچے۔ وہاں آپ نے ایک مرے ہوئے جانور کی لاش دیکھی۔ جس کا آدھا حصہ پانی میں اور آدھا خشکی پر تھا۔

اس کے بدن کو پانی اور خشکی کے دوسرے جانور کھا رہے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا۔ اس لاش کا آدھا حصہ پانی کے اور آدھا حصہ خشکی کے جانوروں کے پیٹ میں جا رہا ہے۔ اب یہ قیامت میں کیسے زندہ ہوگا؟ یہ سوچ کر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

"اے پروردگار! میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ تو قیامت کے روز اس جانور کو اور دوسرے مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟"

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو قبول فرمایا اور وحی کے ذریعے یہ حکم دیا:

"اے ابراہیمؑ! ایک مور، ایک کبوتر، ایک مرغا اور ایک کوّا لے کر ان کی گردنیں کاٹ دو۔ پھر ان کے گوشت کا قیمہ بنا دو۔ چاروں جانوروں کے

قیمے کو ایک دوسرے میں ملادو۔ پھر اس
قیمہ کے چار حصے کرو۔ پھر ایک ایک
حصہ ایک ایک ٹیلے پر رکھ دو۔ اس
کے بعد ان پرندوں کو ان کے نام
لے کر پکارو۔ تم دیکھو گے کہ قیمے
کے ٹکڑے اڑکر آپس میں ملتے جائیں
گے۔ اس طرح ہر پرندے کا جسم بن
جائے گا۔ پھر چاروں پرندے اڑ کر
تمہارے پاس آ جائیں گے۔"
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔
اور جب چاروں پرندے اڑکر اُن کے
پاس پہنچے تو مردوں کا دوبارہ جی اٹھنا آپ نے
آنکھوں سے دیکھ لیا۔ آنکھ سے دیکھی ہوئی بات
کا یقین پختہ ہوتا ہے۔ اس لیے آپ نے پختہ
یقین کے ساتھ اللہ کی توحید، اپنی رسالت اور
قیامت کے دن کی تبلیغ شروع کر دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک چچا تھا
جس کا نام آذر تھا۔ آذر پتھر، لکڑی اور مٹی کے
بت بناتا، ان کو خود پوجتا اور لوگوں کے ہاتھوں
فروخت کرتا۔ اس طرح اس کا کاروبار بہت پھیلا
ہوا تھا۔

ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے
چچا سے پوچھا۔ چچا جان! آپ لکڑی، پتھر اور مٹی
کے یہ کیا بت بناتے ہیں جو نہ بول سکتے ہیں
نہ سن سکتے ہیں، نہ آپ کو کوئی نفع دے سکتے
ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں؟"

آذر نے چونک کر پوچھا: "کیا تم ہمارے
"خداؤں" کے مخالف ہو؟ دیکھو! آئندہ اس طرح
کی بات زبان پر نہ لانا ورنہ سزا ہوگی۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: "چچا جان!
جن کو آپ "خدا" کہتے ہیں وہ خدا نہیں، بت
ہیں۔ آپ ان کی پوجا چھوڑیے، میں خدا سے
دعا کروں گا کہ وہ آپ کے گناہ معاف کر دے۔"

آذر نے کہا: "ابراہیمؑ! تم یہاں سے چلے جاؤ! میں تمہیں دیکھنا نہیں چاہتا۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا:

"اگر آپ میری باتیں سننے کی تاب نہیں رکھتے تو میں خود ہی یہاں سے چلا جاتا ہوں۔ لیکن مٹی، پتھر اور لکڑی کے بتوں کو میں خدا نہیں مان سکتا۔"

اس واقعے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا کا گھر چھوڑ دیا، جہاں وہ رہتے تھے۔ مگر چچا سے ناامید ہو کر وہ دوسرے لوگوں سے مخاطب ہوئے۔ انھوں نے کہا:

"پرستش اور سجدے کے لائق نہ نمرود ہے نہ یہ بت ہیں۔ پرستش اور سجدے کے لائق وہ خدا ہے جس نے ساری دنیا کو پیدا کیا اور وہی اس کا مالک ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام اور ان کا پیغام بڑی تیزی سے مشہور ہو گیا۔ لوگ ان کی

باتیں بڑے غور سے سننے لگے۔ ساتھ ہی ان کا نام اور پیغام نمرود کو بھی معلوم ہوگیا۔ اس نے اپنے دربار کے لوگوں سے پوچھا:

"یہ کون نوجوان ہے، جس نے ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا ہے؟"

درباری بولے: "اس کا نام ابراہیم ہے، جو آذر کے گھر میں جوان ہوا ہے۔"

نمرود نے حکم دیا: "اسے فوراً میرے سامنے پیش کیا جائے۔"

نمرود کے بھیجے ہوئے لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے۔ انہوں نے نمرود کا پیغام انہیں پہنچایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے پاس پہنچے۔ نمرود نے پوچھا:

"نوجوان! تم جس خدا کی عبادت کرتے ہو وہ کون ہے؟"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: "میرا خدا وہ ہے جو لوگوں کو زندگی اور موت دینے کی قدرت

دکھتا ہے۔"

نمرود نے کہا: "یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں۔"

اور اس نے ایک ایسے مجرم کو آزاد کر دیا، جسے موت کی سزا کا حکم سنایا جا چکا تھا اور ایک ایسے آدمی کو پھانسی دے دی جس کا کوئی جرم نہیں تھا۔ پھر کہنے لگا: "اب بولو! میرے خدا ہونے میں تمہیں کیا شک ہے؟ میں بھی تو جس کو چاہوں زندگی بخش دوں اور جس کو چاہوں موت دے دوں۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: "میرا خدا سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اور مغرب میں غروب کرتا ہے۔ تُو اسے مغرب سے نکال کر دکھا۔"

نمرود سے اس سوال کا کوئی جواب نہ بن پڑا اور وہ حیران رہ گیا۔

اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے نمرود سے کہا: "بادشاہ سلامت! مجھے اجازت

دیں کہ میں ابراہیمؑ کو اپنے ساتھ لے جاؤں کیونکہ یہ ابھی ناسمجھ ہے۔"

آذر بولا: "بادشاہ سلامت! آپ ابراہیمؑ کو گھر جانے کی اجازت دیدیں۔ آئندہ میں اسے آپ کی اور بتوں کی توہین سے باز رکھنے کی ضمانت لیتا ہوں۔"

نمرود نے کہا: "میں تمہاری خاطر ابراہیمؑ کو معاف کرتا ہوں۔لیکن اگر اس نے آئندہ کوئی ہنگامہ کھڑا کیا تو اسے زندہ جلا دوں گا۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس واقعے کے بعد بھی اپنے کام سے باز نہ آئے۔ انھوں نے ایک دن آذر سے کہا:

"چچا جان! یہ کیا بت ہیں جن کو آپ خود بناتے ہیں، خود پوجتے ــــــ اور خود ہی ان کو خدا مانتے ہیں؟"

آذر یہ سنتے ہی بگڑ گیا۔ اس نے کہا:

"ابراہیمؑ! فوراً گھر سے نکل جاؤ، میں تمہاری شوخی برداشت نہیں کر سکتا۔"

اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا کو جس قدر سمجھانے کی کوشش کی وہ اسی قدر بگڑا اور آخرکار حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے گھر سے نکل جانا پڑا:

"چچا جان! آپ نہیں مانتے تو میں جاتا ہوں۔ مگر میں اپنے مشن سے باز نہیں آؤں گا۔ کیونکہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔ ان بتوں سے یا نمرود سے نہیں ڈرتا۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا کے گھر سے الگ اپنا کوئی انتظام کر لیا اور وہاں سے چلے گئے۔ مگر اپنے قول کے مطابق ایک اللہ کی بندگی کی دعوت دیتے رہے اور بتوں کی خدائی کا انکار کرتے رہے۔

ایک دن بابل کے لوگوں کی عید آ پہنچی۔

اس روز بابل کی رسم کے مطابق سب شہر والے بہار کے موسم کا لطف اٹھانے کے لیے شہر چھوڑ کر جنگلوں میں چلے گئے۔ ایک حضرت ابراہیمؑ تھے جو اس میں شریک نہیں ہوئے۔

جس وقت سب لوگ شہر چھوڑ کر چلے گئے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لکڑیاں کاٹنے کا ایک کلہاڑا لیا اور بت خانے میں جا پہنچے۔

آپ نے کنارے سے بتوں کو توڑنا شروع کیا۔ سارے بت چکنا چور کر دیے۔ آخر میں سب سے بڑے بت کے کندھے پر کلہاڑا رکھ دیا اور بت خانے سے نکل گئے۔

جنگلوں میں عید کا جشن منانے کے بعد شہر بابل کے لوگ واپس شہر لوٹے، تو اپنے بت خانے کا یہ حال دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ وہ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے:

"یہ کس طرح ہوا؟"

کسی نے بتایا: "ارے بھائی! ایک نوجوان ہے۔ اس کا نام ابراہیمؑ ہے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ یہ کام اسی کا ہے!"

دوسرا بولا: "کیوں؟ اس کا کام کیوں؟"

پہلے نے جواب دیا: "سارے شہر میں وہی تو ان بتوں کو خدا ماننے سے انکار کرتا ہے۔"

لوگوں نے فیصلہ کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلایا جائے۔ اتنے مشہور آدمی کا ملنا کیا دشوار تھا، لوگ انھیں لے آئے۔ یہاں بت خانے میں نمرود کا مقرر کیا ہوا جج پہلے سے بیٹھا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے پوچھا:

"ابراہیمؑ! کیا تم نے ہمارے ان خداؤں کو توڑا ہے؟"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: "یہ بات اس بڑے بت سے پوچھیے جس کے کندھے پر کلہاڑا ہے۔"

جج نے کہا: "وہ تو بول نہیں سکتا۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: "اجی بولنا تو دُور کی بات ہے۔ اگر اس کی ناک پر ایک حقیر مکھی بھی بیٹھ جائے تو یہ اسے اڑا نہیں سکتا۔ بھلا دوسروں کو کوئی فائدہ یا نقصان کیا پہنچائے گا۔ مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ لوگ پھر بھی اس مجبور اور لاچار کو خدا مانتے ہیں۔ اس کو سجدہ کرتے ہیں اور اس کی پوجا میں مست رہتے ہیں۔ البتہ نہیں پہچانتے تو اس کو جو سچ مچ خدا ہے۔ جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا ہے اور جو ہر چیز کی قدرت رکھتا ہے۔"

لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باتیں بڑے غور سے سنیں۔ وہ سوچنے لگے:

"نوجوان سچ کہتا ہے۔ سچ مچ مٹی، لکڑی اور پتھر کی ان مورتیوں میں کیا طاقت ہے؟"

مگر جج کے دل پہ آپ کی باتوں کا الٹا اثر ہوا۔ وہ بولا:

"ابراہیمؑ! تمہاری باتوں سے پتا چلتا ہے کہ

ہمارے خداؤں کا ستیاناس تم نے ہی کیا ہے اور اگر تمہیں چھوڑ دیا جائے تو آج تم نے ہمارے بتوں کو توڑا ہے، کل ہمارا پورا بت خانہ ہی ڈھا دو گے۔ اس لیے تم جیسے انسان کو زندہ نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

جو لوگ اس وقت موجود تھے وہ جج کی باتوں کو غور سے سن رہے تھے۔ ساتھ ہی اس انتظار میں تھے کہ دیکھیں نوجوان کے لیے کیا سزا تجویز کی جاتی ہے۔ اس سزا کو سننے کے لیے انہیں زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ جج بولا:

"ابراہیمؑ: تمہارے اس جرم کی سزا یہ ہے کہ تمہیں زندہ جلا دیا جائے گا اور تمہاری خاکستر ہوا میں اڑا دی جائے گی۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: "میں تمہارے اس فیصلے سے نہیں ڈرتا۔ زندگی اور موت کا مالک میرا اللہ ہے۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ حق ہے اور میری بات کو میرا اللہ سن رہا ہے۔"

جج نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو فیصلہ سنایا، نمرود نے اس پر عمل درآمد کے لیے فوراً تیاری شروع کر دی۔ اس نے شہر بابل اور اردگرد کے علاقوں میں اعلان کرا دیا:

"ہمارے بتوں کو توڑ پھوڑ کر ان کی توہین کرنے والے نوجوان کو زندہ جلانے کے لیے سب لوگ ایندھن جمع کریں"۔

ادھر بت خانے کے پجاریوں نے بھی اعلان کیا: "جو لوگ اپنی کسی مراد کے پورا ہونے کے لیے ایندھن جمع کریں گے ان کی مراد پوری ہو گی"۔

ان اعلانوں کا سننا تھا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ ایندھن اکٹھا کرنے لگے۔

جس میدان میں شہر کا ہر بوڑھا، بچہ، جوان، مرد، عورت، غرض سب ہی لوگ لکڑیاں اکٹھی کرنے میں لگ گئے، وہاں بھلا لکڑیوں کی کیا کمی ہو سکتی تھی؟ اُدھر حضرت ابراہیم علیہ السلام قید کر لیے گئے تھے۔ اِدھر لکڑیوں کا انبار

اکٹھا کیا جا رہا تھا۔ جب ایندھن کا پہاڑ کھڑا ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قید خانے سے نکالا گیا۔ جب انھیں میدان میں لایا گیا تو وہ لکڑیوں کے پہاڑ کو دیکھ کر ہنس دیے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس اونچے مینار کو بھی دیکھا جو میدان سے دُور فاصلے پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اس مینار میں ایک خوب صورت کمرہ بنایا گیا تھا۔ اس کمرے میں ایک خوب صورت تخت بچھایا گیا تھا۔ اس تخت پر نمرود بیٹھا تھا اور نمرود کے ساتھ اس کے وزیر اور مشیر بیٹھے تھے۔

اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا آزر انھیں چھوڑ چکا تھا۔ البتہ ماں تھیں جو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگ رہی تھیں:

"اے خدا! تیری قدرت بے حد و حساب ہے۔ اے خدا! میرا بیٹا تیرے ہی حکم کے مطابق تیرے دین کی تبلیغ کر رہا

تھا۔ اے خدا! میرے بیٹے کو سچ
بولنے کے جرم میں لوگ زندہ جلانا
چاہتے ہیں۔ اے خدا! اب میرے بیٹے
کو ان ظالموں سے تیرے سوا کوئی
نہیں بچا سکتا۔ اے خدا! میرے بیٹے
کو بچالے! بچالے! بچالے!"
کہتے ہیں فرشتے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام
کی والدہ کی دعا پر آمین کہتے جاتے تھے۔
مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام سب سے
بے نیاز، بے پروا، اس کے لیے تیار تھے کہ
لوگ نہیں مانتے تو اپنا کام کریں۔ اگر اللہ کا
حکم نہیں ہوگا تو آگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔
ایک نے پوچھا: "ابراہیمؑ! ایندھن کے اس
پہاڑ کو جب آگ دکھائی جائے گی تو اس کے
شعلے کتنے بلند ہوں گے؟"
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا:
"آسمانوں تک!"

اس نے پوچھا: پھر جب تمہیں ان شعلوں کے حوالے کیا جائے گا تو تمہارا کیا حال ہوگا؟"

آپ نے جواب دیا: "مجھے جس حال میں میرا رب رکھنا چاہے گا!"

اس نے پوچھا: "کیا آگ میں پڑنے والے کا جل جانا فطرت کے مطابق نہیں؟"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: "بالکل فطرت کے مطابق ہے۔ مگر فطرت ایک قانون ہے جو اللہ کا بنایا ہوا ہے۔ اس قانون کے اوپر بھی ایک قانون موجود ہے جو "قدرت" ہے۔ اللہ جس کو چاہے' اپنی قدرت سے بچالے!"

اس شخص نے جواب دیا: "ابراہیمؑ! تمہاری باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔"

اتنے میں ایک شور ہوا۔ لکڑیوں کے پہاڑ کو آگ دکھائی جا چکی تھی۔ الاؤ کے شعلے آسمانوں سے باتیں کرنے لگے۔

اچانک شور اور بھی بلند ہوا۔ کچھ ڈراؤنی شکلوں کے لوگ نمودار ہوئے۔ وہ جج کے مقرر کیے ہوئے جلّاد تھے۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پکڑا۔ آپ کو اٹھا کر ایک گوپھن میں رکھا۔ گوپھن کو اٹھا کر آپ کو جو پھینکا ہے تو آپ سیدھے جاکر الاؤ کے بیچ میں گرے۔

اس پر شور اور بھی بلند ہوا۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ "جل گیا" ـــــ "نہیں جلا" ـــــ "مر گیا" ـــــ "نہیں مرا" ـــــ اور "ختم ہوا" "بچ گیا" ـــــ کی ملی جلی آوازوں کا شور دیر تک جاری رہا۔

ادھر اونچے مینار پر بیٹھا نمرود ٹکٹکی لگائے سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔ وہ اچانک چلایا:

"ارے! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟"

اس کا وزیر بولا: "آپ کو کیا دکھائی دے رہا ہے؟"

نمرود بولا: "چاروں طرف آگ ہی آگ ہے۔

بیچ میں ایک درخت ہے۔ درخت کے نیچے سایہ ہے۔ سائے میں وہ نوجوان بیٹھا مسکرا رہا ہے۔"

وزیر بولا: بادشاہ سلامت! شاید آپ کو غلط فہمی ہو رہی ہے!"

نمرود بولا: "غلط فہمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بھلا جو کچھ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اسے کیونکر جھٹلا سکتا ہوں؟"

وزیر بولا: "مگر اس الاؤ میں ٹھنڈے اور سایہ دار درخت کا کیا سوال پیدا ہو سکتا ہے؟"

نمرود بولا: "نہیں نہیں! شاید ابراہیمؑ کا حکم آگ پر چلتا ہے۔"

ایک مشیر بیچ میں بول پڑا: "حضور! فیصلہ اس قدر جلد نہ کیجیے۔ ابھی الاؤ روشن ہے۔ جب یہ بجھ جائے اور ابراہیمؑ صحیح سلامت اس سے نجات پا جائے تو دیکھا جائے گا۔"

اور آگ جلتی رہی —— جلتی رہی ——

اچانک حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی جگہ

سے اٹھے۔ انھوں نے الاؤ میں چلتے ہوئے، الاؤ سے باہر نکلنا شروع کیا۔ آخر کار وہ الاؤ سے نکل کر دُور جا کھڑے ہوئے۔

وہ مینار کی طرف دیکھ کر ایک بار مسکرائے۔

نمرود مینار سے اترا۔ اس کے ساتھ اس کے وزیر مشیر بھی اترے۔ اودھر ساری خلقت کھڑی حیرت کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہی تھی۔

نمرود نے کہا: "نوجوان! ہمیں تعجب ہے کہ تمھارا حکم آگ پر چلتا ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: "میرا حکم نہیں بلکہ میرے رب کا حکم آگ پر بھی چلتا ہے۔"

نمرود نے کہا: "چلو یونہی سہی! مجھے اس پر حیرت ہے۔ تم کوئی عام نوجوان نہیں بلکہ بڑے مرتبے والے انسان ہو۔ میں اس طرح "تمھارے زندہ سلامت بچ نکلنے کی خوشی میں اپنے سب سے بڑے دیوتا کے سامنے چار ہزار گائیں قربان کرنا چاہتا ہوں۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: "تمہارے دیوتاؤں کو مجبور اور لاچار بت کے سوا اور کوئی حیثیت دینے کو میں تیار نہیں ہوں۔ کیا تم انھی کو اب بھی خدا مانتے ہو؟"

نمرود خوشامد کے انداز میں بولا: "چلو میں تمہارے خدا کے لیے چار ہزار گائیں قربان کروں گا۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ سن کر خوش ہوئے مگر آپ نے جواب دیا:

"اے نمرود! تو کہتا ہے "میں خدا ہوں" تیری رعیت بتوں کی پوجا کرتی ہے۔ تو بھی مشرک ہے۔ تیری رعیت بھی مشرک ہے۔ گایوں کی قربانی اس شرک کی تلافی نہیں کر سکتی۔"

نمرود: "پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

حضرت ابراہیم علیہ السلام: "میرے اللہ پر ایمان لا۔ مجھے اللہ کا رسول تسلیم کر۔ بچوں کا قتل بند کرا۔ اللہ کے بندوں کے ساتھ انصاف کر۔ انھیں بھوک اور غربت میں مبتلا کر کے

خود عیش کرنے کی عادت ترک کر۔ اگر تو یہ کر سکتا ہے تو میرا رب تجھ سے راضی ہے۔ پھر گایوں کی قربانی کی ضرورت نہیں۔"

نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت کو تو آنکھوں سے دیکھ چکا تھا، مگر وہ آپ کی باتوں کو تسلیم کرنے کے لیے پھر بھی تیار نہ ہوا۔

کہتے ہیں نمرود مردود کی موت اس مچھر کے ذریعے ہوئی جو اس کی ناک میں گھس گیا تھا اور وہ مرتے دم بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باتوں پر ایمان نہ لایا تھا۔

دِل چسپ اور معلوماتی کہانیاں

آدمؑ اور حوّا
قتل کا موجد
جنّت کی سیر
عجیب اونٹنی
عمر دراز کیوں؟
ہودؑ و عاد
ملکۂ سبا
بہشتی مینڈھا
آگ بنی گلشن
لقمان حکیم

بچّوں کا اسلامی ادب

قیمت ۷ روپے